بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

آج سیرت النبی ﷺ کے مدنی دور کا درس نمبر (195) ہے جو سیرت کا آخری درس ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی تریسٹھ 63 سالہ زندگی کا تذکرہ کرنا ہے تا کہ ہماری زندگیوں میں سیرت النبی ﷺ زندہ رہے اور سیرت النبی ﷺ کا خاکہ ہمارے ذہنوں میں موجود رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی (63) سالہ زندگی تین ادوار پر مشتمل ہے

1) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل (40) سالہ زندگی
2) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد (13) سالہ مکی زندگی
3) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد (10) سالہ مدنی زندگی

رسول اللہ ﷺ کے بعثت سے قبل 40 سالہ زندگی کا تذکرہ

مقام ولادت اور سنِ ولادت

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ ربیع اول کے مہینے میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ولادت کیلئے مکہ مکرمہ کا انتخاب کیا جو ساری کائنات میں سب سے زیادہ افضل سرزمین ہے۔ سنِ ولادت عام الفیل جس میں کفریہ قوتوں کو ختم کیا گیا۔ ماہ

ولادت ربیع الاول سب سے اچھا ربیع کا موسم چنا۔ والد کا نام عبد اللہ ہے جو **بندگی** سے ہے۔ والدہ کا نام آمنہ ہے جو **امن** سے ہے۔ خاندان کا نام ہاشم ہے جو **کھانا کھلانے اور سخاوت** کو ظاہر کرتا ہے۔ رضاعی والدہ کا نام حلیمہ ہے جو بُردباری کی علامت ہے۔ ان کے خاندان کا نام بنو سعد ہے جو **سعادت** کی علامت ہے۔ گویا یہ سارے سلسلے جوڑے جارہے ہیں۔ رب ذوالجلال ان موتیوں کو پُرو رہا ہے۔ یہ سب اتفاق نہیں بلکہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آنے والی ذات کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔ بلکہ محبوب خدا، امام الانبیاء، خاتم النبین **محمد رسول ﷺ** ہیں. آپ ﷺ کی ولادت کی رات **شام** کے محلات کا روشن ہونا ۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنکروں کا گرنا **فارس** کا آتش کدا جس کی آگ ایک ہزار (۱۰۰۰) سال سے جل رہی تھی اسکا بجھنا۔ یہ سب آپ ﷺ کی آمد کی نشانیاں تھیں۔

عقیقہ اور آپ ﷺ کا نام "محمد" تجویز کرنا

آپ ﷺ کی ولادت کے بعد ساتویں (۷) روز آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا اور آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ تجویز کیا گیا۔ محمد ﷺ کے نامِ مبارک میں کوئی نقطہ نہیں ہے پھر اگر ہم غور کریں کہ آپ ﷺ کا محمد نام جب ہم بولتے ہیں تو ہونٹ دو 2 دفعہ ملتے ہیں اس ہی طرح **محبت** کا لفظ ادا کریں تو بھی دو 2 دفعہ ہونٹ ملتے ہیں گویا محمد ﷺ کی ذات اقدس دنیا میں محبتیں تقسیم کرنے کے لئے تشریف لائیں! پھر اگر ہم غور کریں کہ محمد ﷺ کا نامِ مبارک بولیں تو لب ملتے ہیں اور محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے دو 2 دل آپس میں ملتے ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کا دورِ رضاعت

ولادت کے بعد رضاعت کا دور ہے **1)** سب سے پہلے آپ ﷺ کی والدہ حضرۃ آمنہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔**2)** اس کے چند روز کے بعد ابو لہب کی باندھی **ثُوَیبہ** نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔**3)** اس کے بعد یہ دولت خداداحضرۃ حلیمہ سعدیہ کے نصیب میں آئی۔ آپ ﷺ نے اپنے بچپن کے چار (۴) سال بنی سعد طائف میں گزارے۔جہاں پر آپ ﷺ نے اپنے رضاعی بہن بھائی **عبد اللہ** اور **شیما** جو حلیمہ سعدیہ کے بچے تھے انکے ساتھ کھیلا اور یہاں پر آپ ﷺ نے بکریاں بھی چَرائیں۔چار سال کی عمر میں شق صدر کا واقعہ بھی بنی سعد پر پیش آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد اپنی زندگی کے دو (۲) سال اپنی عمر مبارک کا **پانچواں** اور **چھٹا** سال اپنی والدہ حضرۃ آمنہ کیساتھ مکہ مکرمہ میں گزارے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو **مدینہ منورہ** لے گئیں اور وہاں چند دن گزارنے کے بعد جب واپسی کے سفر پر تھے تو مقام ابواء میں پہنچنے کے بعد آپ ﷺ کی والدہ **حضرۃ آمنہ کا انتقال** ہو گیا اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں۔ آپ ﷺ اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت میں آئے۔دو(۲) سال آپ ﷺ نے اپنے دادا کیساتھ گزارے اور جب آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ (۸) سال ہو گئی تو آپ ﷺ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ سے سہاروں کے اٹھ جانے میں حکمتِ خداوندی

جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد دنیا میں نہیں تھے۔6 سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اور 8 سال کی عمر میں آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کا انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے سائے اور سہارے آپ ﷺ سے اٹھا لیئے اور اس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ یہ تو وہ مسعود بچہ ہے جس نے آگے جاکر لوگوں کو تعلیم دینی ہے کہ بغیر سہارے کے زندگی گزارنا اور جینا سیکھو تا کہ کوئی آگے جاکر آپ ﷺ کی زندگی پر اعتراض نہ کرسکے کہ خود تو سہاروں پر زندگی گزار رہے تھے اور ہمیں کہہ رہے ہیں کہ بغیر سہاروں کے زندگی گزارو۔ تو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ ﷺ سے سارے سہارے اٹھا لئے۔ سہارا تو صرف ایک اللہ تعالیٰ کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بغیر سہاروں کے زندگی گذارنہ سیکھو۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آنا

رسول اللہ ﷺ کے دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک دس (10) سال ہوئی تو آپ ﷺ نے اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرائیں۔ چونکہ ابو طالب معاشی طور پر کمزور تھے تو آپ ﷺ وہ پیسے اپنے چچا ابو طالب کو دیتے تھے۔ اس میں بھی آپ ﷺ نے ہمارے

بچوں کیلئے یہ سبق دیا کہ بچپن ہی سے احساس ذمہ داری ہو۔بچوں میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے اور بچوں میں بچپن سے یہ جذبہ پیدا کرنا چاہیئے کہ ہم کسی پر بوجھ نہ بنیں۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک جب بارہ(۱۲) سال ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کیساتھ شام کا پہلا سفر کیا اور آپ ﷺ کی اس سفر میں بحیرا نامی راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ ﷺ کی نشانیوں سے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور کہنے لگا :

هٰذا سيّدُ العالَمِين هٰذا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَبْعَثُ الله رَحمةٌ لِلعَالَمِين

یہی تو سردار دو جہاں ہیں۔یہی تو رسول اللہ ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ابو طالب سے انہوں نے درخواست کی کہ آپ ﷺ کو آگے نہ لے جایا جائے کہیں یہودی آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ یہیں سے آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف واپس ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کی نیکی کے معاہدہ میں شرکت

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک جب پندرہ(۱۵) سال ہوئی تو مکہ مکرمہ میں حلف الفضول کا معاہدہ پیش آیا جس میں مظلوم کا ساتھ دیا گیا اور ظالم کیخلاف عالم بغاوت بلند کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں شرکت کی ۔اس کی تائید بھی کی اور نبوت کے بعد ذکر کیا کہ **اگر اس طرح کے معاہدہ میں مجھے اب بھی بلایا جائے تو میں اس میں شرکت کیلئے حاضر ہوں۔** یعنی نبوت سے قبل زندگی میں بھی آپ ﷺ نے

مظلوموں کا ساتھ دیا ہے۔ گویا نبی ﷺ کی زندگی کے ہر حصے میں سے ہمارے لئے سبق موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا شام کی طرف تجارتی سفر

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال ہو گئی تو آپ ﷺ نے شام کی طرف دوسرا سفر کیا مکہ مکرمہ میں ایک خاتون رہتی تھیں جو مالدار تھیں ، سرمایہ دار تھیں، جن کا نام حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے۔یہ مضاربت پر لوگوں کو مال دیتی تھیں۔ حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو مضاربت کی پیشکش کی اور آپ ﷺ نے اس پیشکش کو قبول کیا۔ تجارت کے سفر پر روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا۔ آپ ﷺ نے یہ سفر کیا۔جب آپ ﷺ نے شام کا یہ سفر کیا چونکہ آپ ﷺ کی امانت ، دیانت اور صداقت کا مکہ مکرمہ میں بہت چرچہ تھا۔ جب آپ ﷺ شام پہنچے تو وہاں پر نسطورا راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی نشانیوں کو دیکھ کر آپ کو پہچان گیا اور کہنے لگا ﴿هو اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ﴾ **یہی آخری نبی ہیں** ۔ اس کے بعد میسرہ نے **بھی بادلوں کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا** دیکھا ۔ اور اس کے علاوہ میسرہ نے بہت ساری علامات دیکھیں اور آپ ﷺ نے وہاں جو تجارت کی اس سے فائدہ ہوا۔ پھر وہاں سے مال لے کر مکہ مکرمہ آئے اس سے بھی نفع ملا۔

رسول اللہ ﷺ کی دو نمایا صفات (صادق اور امین)

ہمارے نبی ﷺ نے تجارت کی تو تجارت میں بھی سب سے آگے اور تجارت کی اوصاف بھی بتلادیں۔ تجارت کے یہ دو وصف 1) **سچائی** اور 2) **امانت داری** اگر تجارت میں موجود ہوں تو کامیابی کی علامت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ دو وصف وہ ہیں جو مکہ کے مشرکین نے نبوت سے قبل آپ ﷺ کو عطاء کیئے تھے کہ یہ صادق اور امین ہیں اور آج بھی ہمیں نبی ﷺ کی اس اوصاف سے سبق ملتا ہے کہ اگر ہم معاشرے میں اپنا کردار اور نام بنانا چاہتے ہیں ۔ تا کہ کوئی ہمارا ذکر کرے تو اچھے اوصاف سے کرے ۔ یا تجارت میں ہم کامیاب ہوں تو اس کے لئے ہمیں ان دو وصف کو اپنانا پڑے گا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

﴿التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ و الصالحين﴾

سچا اور امانت دار تاجر، قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا

گویا تجارت میں کامیابی کا راز بھی ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتا دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

رسول اللہ ﷺ کی سچائی اور امانت داری کی بنیاد پر حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے بہت متأثر ہوئیں اور اسی بنیاد پر حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام دیا۔ تو پچیس (۲۵) سال کی عمر میں آپ ﷺ نے حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلا نکاح کیا ۔ حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اولاد

رسول اللہ ﷺ کے دو بیٹے (۱) قاسم (۲)عبد اللہ ۔ قاسم جن کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت **ابو القاسم** ہے اور **عبد اللہ** جن کے دو لقب ہیں **طیب** اور **طاہر** یہ دونوں حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔ آپ ﷺ کی چار بیٹیاں:

(۱) زینب رضی اللہ عنہا (۲) رقیہ رضی اللہ عنہا (۳) اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا (۴)فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا،

یہ چاروں بیٹیاں بھی حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ گویا آپ ﷺ کی ساری اولاد سوائے **حضرت ابراہیم** کے حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔

رسول ﷺ کے تین (3) بیٹے

رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں کا بچپن میں انتقال ہو جانا اور اُس میں ہمارے لیئے تعلیم۔

آپ ﷺ کے تینوں بیٹے (۱) قاسم (۲)عبد اللہ (۳) ابراھیم بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ وہ لوگ جن کی نرینہ اولاد بچپن میں انتقال کر جاتی ہے یا نرینہ اولاد ہوتی ہی نہیں ہے تو قصوروار وہ اپنی بیویوں کو ٹھہراتے ہیں۔ در حقیقت تو یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

يَهَبُ لِمَن يَشَآءُ إِنَٰثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ ٱلذُّكُورَ 49 أَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَإِنَٰثًاۖ وَيَجۡعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًاۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌ قَدِيرٌ 50(الشوریٰ)

اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بیٹیاں دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں بیٹے دیتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں دونوں دیتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں بانجھ رکھتے ہیں۔ بے شک اللہ علم والا قدرت والا ہے۔

بیٹا یا بیٹی کی ولادت میں نہ تو مرد کا کوئی کمال ہے اور نہ عورت کا کوئی قصور ہے۔ یہ تو اللہ کا نظام ہے۔ ہمارے نبی ﷺ تو نبی آخر الازماں ہیں۔ محبوبِ خدا ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا کوئی بھی بیٹا سنِ بلوغت تک نہیں پہنچا۔ بچپن ہی میں آپ ﷺ کے تینوں بیٹے انتقال کر گئے۔

رسول ﷺ کی چار (4) بیٹیاں

رسول اللہ ﷺ کی چاروں بیٹیاں جوانی کی عمر تک پہنچی ہیں اور انکی شادیاں ہوئی ہیں۔

۱ حضرۃ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کیساتھ ہوا۔

۲ حضرۃ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیساتھ ہوا۔ سنہ ۲ ہجری میں حضرۃ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا پھر

۳ حضرۃ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیساتھ ہوا۔ اس وجہ سے حضرت عثمان کو ذوالنورین کا لقب ملا۔

۴ حضرۃ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آپ ﷺ کی چاروں بیٹیوں کا نکاح بیس (۲۰) سال کی عمر سے قبل ہوا تھا۔ اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ ہم بھی اپنے بچوں کا نکاح بیس (۲۰) سال سے پہلے کرنے والے ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے تعلیم دی **جس کی بچیاں ہوں وہ ان کا اچھا نام رکھے اچھی تربیت کرے اور کوئی اچھا رشتہ آجائے تو اس کا رشتہ کرے تو وہ جنت**

میں میرے ساتھ ایسا ہو گا جیسے شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اتنی بڑی خوشخبری آپ ﷺ نے بچیوں کے متعلق دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی (11) ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن

رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں کل گیارہ (۱۱) ازواج مطہرات آئی ہیں۔

۱ حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا ۲ حضرۃ سودہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا تھا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ۳ حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ۴ حضرۃ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ آپ ﷺ کی دو (۲) ازواج جن کا نام زینب رضی اللہ عنہا ہے۔

ایک ۵ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور ۶ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا یہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ پھر آپ ﷺ کی دو (۲) ازواج ہیں جن کا نام "اُم" سے آتا ہے۔

۷ حضرۃ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور ۸ حضرۃ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ پھر آپ ﷺ کی دو (۲) ازواج ہیں جو سرداروں کی بیٹیاں تھیں۔ ۹ حضرۃ جویریہ رضی اللہ عنہا اور ۱۰ حضرۃ صفیہ رضی اللہ عنہا اور سب سے آخیر میں آپ ﷺ نے ۱۱ حضرۃ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

تعددِ ازواج کی وجہ

یہ آپ ﷺ کی گیارہ (۱۱) ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ہیں جو آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ لہٰذا اس سے بھی ہمیں سبق ملتا ہے وہ لوگ جو تعدد ازواج کو نشانہ بناتے ہیں۔ یہ محض ان کا ایک الزام ہے۔ اگر ہم آپ ﷺ کے نکاح کو دیکھتے ہیں تو حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح پچیس (۲۵) سال کی عمر میں ہوا

۔حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس (۴۰) تھی۔کیا آج ہم اپنے پچیس (۲۵) سال کے بیٹے کا نکاح چالیس (۴۰) سالہ خاتون کیساتھ کرنے کیلئے تیار ہیں؟اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری جوانی کی زندگی پچاس (۵۰) سال کی عمر تک **حضرۃ خدیجہ** رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزاری ہے۔جب تک حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (**پچاس سال کی عمر تک**) کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کئے ہیں وہ پچاس(۵۰) سال کے بعد اور حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد کئے ہیں۔اگر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو پڑھنے والے ہوں اور عقل سلیم رکھنے والے ہوں تو ہمیں جواب مل جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ظاہری زندگی تھی اور ایک گھریلو زندگی تھی۔ باہر کی زندگی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے محفوظ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اکرام کو براہ راست تعلیم دیتے تھے۔گھریلو زندگی ازواج مطہرات نے محفوظ کی جو اُمّت کی مائیں ہیں۔وَأَزْوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَـٰتُهُمْ ۗ **امہات المؤمنین کا درجہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء کیا** اور انہوں نے اُمّت پر کتنا بڑا احسان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی اُمّت کے سامنے پیش کی۔یہی وہ ازواج مطہرات ہیں جنہوں نے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیاہے اور اُمّت پر احسان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود سے متعلق حکیمانہ فیصلہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال ہوئی تو قریش نے **بیت اللہ** کی از سرِ نو تعمیر کی۔جب حجر اسود کامسئلہ پیش آیاتو قریش میں اختلاف ہو گیااور وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور اختلاف اس بات پر ہوا کہ ان میں سے ہر ایک کی خواہش

تھی کہ حجر اسود کو میں لگاؤں گا۔ ہر قبیلہ ہی نہیں بلکہ ہر فرد کی یہ خواہش تھی کہ وہ حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرے۔ لیکن اتفاق اس پر ہوا کہ کل جو بیت اللہ میں سب سے پہلے آئے گا ہم اس کے ذریعے فیصلہ کریں گے۔ ہر شخص نے کوشش کی ہو گی کہ میں پہلے آؤں۔ لیکن جو بھی آئے تو پائے کہ آپ ﷺ پہلے سے موجود ہیں اور جس کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑے تو سب نے کہا

﴿هٰذَا الْاَمِيْن رَضِينَاهُ هٰذا مُحَمَّد﴾

یہ امین ہیں جو فیصلہ کرتے ہیں ہمیں منظور ہے۔ یہ تو محمد (ﷺ) ہیں۔

یہ تو محمد (ﷺ) ہیں جو صادق اور امین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ اوصاف مشرکینِ مکہ نے ذکر کئے آپ ﷺ کی نبوت سے قبل اور سب نے آپ ﷺ کے حکم پر فیصلہ کرنے پر اتفاق کیا چنانچہ آپ ﷺ نے **چادر منگوائی**۔ حجر اسود کو رکھا اور تمام قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور انہوں نے اس چادر کو پکڑا اور حجرِ اسود کو اس کے مقام تک لے جانے کے بعد آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو اس کی جگہ پر رکھا اور جھگڑا بھی ختم ہو گیا۔ آپس کا اختلاف بھی ختم ہو گیا۔ حجر اسود کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ گویا یہ ہمارے نبی ﷺ کی سیرت کا اتنا عمدہ پہلو ہے کہ آپ ﷺ مشکل سے مشکل مسئلہ آسانی کے ساتھ حل کر دیتے تھے۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کی زندگی کا وہ حصہ ہے جو بعثت سے قبل تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی چالیس (40) سالہ زندگی ایک نظر میں

آپ ﷺ نے بچپن کے چار (۴) سال **بنی سعد** میں گزارے۔ چھ (۶) سال میں **والدہ کا انتقال**۔ آٹھ (۸) سال میں **دادا کا انتقال**۔ دس (۱۰) سال میں ابوطالب کی کفالت میں بکریاں چرائیں۔ بارہ (۱۲) سال میں **شام** کا سفر کیا۔ پندرہ (۱۵) سال میں آپ ﷺ نے **نیکی کے معاہدہ** میں شرکت کی۔ پچیس سال کی عمر میں **تجارت** کا سفر کیا اور آپ ﷺ کی **شادی** ہوئی۔ آپ ﷺ کی ساری اولاد **حضرۃ خدیجہ** رضی اللہ عنہا سے تھی سوائے **ابراھیم** کے۔

(۱) قاسم	(۳) زینب رضی اللہ عنہا	(۵) اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا
(۲) عبداللہ	(۴) رقیہ رضی اللہ عنہا	(۶) فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا

پھر پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں آپ ﷺ نے **حجراسود** کا مسئلہ حل کیا۔ یہ نبوت سے قبل کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ کی اصل زندگی تو بعثت کے بعد کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ کا تشریعی دور تو نبوت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کا دور جو بچپن، رضاعت یا جوانی کا دور ہو۔ نبوت سے قبل یا نبوت کے بعد کا دور ہو۔ اس میں اُمّت کیلئے تعلیمات اور ہدایات موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے اُمت کے لیئے تعلیمات

(۱) دودھ پینے کے زمانے میں بھی ہدایت موجود ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کو بچپن سے اجتماعی کاموں میں لگاؤ تھا۔

(۳) کسب حلال کی اہمیت کہ آپ ﷺ چند قیراط پر قریش کی بکریاں چَراتے تھے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ معاشرے کے اختلاف کو ختم کرنے اور اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے جس کی مثال حجر اسود کے نصب کے واقعے سے ملتی ہے۔

(۵) صداقت اور امانت کی صفت کہ نبوت سے قبل آپ ﷺ الصادق الامین کے لقب سے مشہور تھے۔

(٦) قبائل قریش نے ایک موقع پر یک زبان کہا۔ ہم نے بار بار تجربہ کیا۔ مگر آپ (ﷺ) کو ہمیشہ سچا پایا۔ یہ سب قدرت رب العالمین کی جانب سے ایک غیبی تربیت تھی کیونکہ آپ ﷺ کو آگے چل کر نبوت و رسالت کے عظیم مقام پر فائز کرنا تھا اور تمام عالم کیلئے مقتدی بنانا تھا۔ اور اُمّت کیلئے آپ ﷺ کی زندگی کو بطور اسوَۃ حسنہ پیش کرنا تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی کو بطور اسوَۃ حسنہ

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْآخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا (سورۃ الاَحزاب:21)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے.

تمہارے لئے نبی ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ گویا آپ ﷺ کی زندگی ایک آئینہ کی طرح ہے کہ آئینہ میں اپنی زندگی دیکھو۔ نبی ﷺ کی زندگی کو سامنے رکھ کر

اپنی زندگی کو دیکھو کہ ہماری زندگیوں میں کیا کمیاں ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی اُمّت کے ہر فرد کیلئے ایک اعلیٰ مثال ہے۔ جسے وہ سامنے رکھ کر زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کر سکتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت سے قبل کی زندگی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی تیئیس (۲۳) سالہ زندگی جو اصل نبوت والی زندگی ہے جس میں احکامات، عبادات، نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج کا حکم آیا۔ جس میں آپ ﷺ نے تیرہ (۱۳) سال **مکہ مکرمہ** میں گزارے اور بقیہ دس (۱۰) سال **مدینہ منورہ** میں گزارے۔ یہ تیئیس 23 سالہ زندگی آپ ﷺ کی نبوت کی زندگی کہلاتی ہے جس میں تدریجاً تدریجاً (موقع بموقع) اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن نازل فرمایا۔

رسول ﷺ کی نبوت کے بعد (۱۳) سالہ مکی زندگی کا تذکرہ

رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد تیرہ (۱۳) سالہ مکی زندگی میں مختلف گروہوں اور طبقوں میں منتشر انسانوں کو ایک اسلامی اُمت میں جُڑنے کی دعوت دی جسکی بنیاد نظریہ اور کردار پر تھی۔ علاقوں، قوموں، زبانوں اور رنگوں کی اس میں کوئی اہمیت نہیں تھی اس (۱۳) سالہ مکی دور میں چند باتوں کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

(۱) دعوت کے مراحل (۲) دعوت کا موضوع

(۳) دعوت کا طریقہ اور (۴) اس تیرہ سالہ زندگی کا خلاصہ

(۱) دعوت کے مراحل

آپ ﷺ نے جب دعوت دینا شروع کی تو مکہ مکرمہ کی اس تیرہ سالہ زندگی میں دعوت کے دو(۲)مرحلے ہیں (۱)خفیہ دعوت (۲)اعلانیہ دعوت۔

(۱)خفیہ دعوت

آپ ﷺ خفیہ طور پر دعوت دیتے تھے اور اس میں دارِ ارقم مرکز تھا جہاں آکر لوگ اسلام لاتے تھے۔ مسلمان ہوتے تھے اور انہیں اسلام کی حقیقت سمجھائی جاتی تھی۔

(۲) اعلانیہ دعوت

جب نبوت کے تین (۳)سال مکمل ہوگئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم آیا

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ☆ وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ

(شعراء215)

اور(اے پیغمبر)تم اپنے قریب ترین خاندان کو خبردار کرو۔اور جو مومن تمھارے پیچھے چلیں ان کے لیئے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کا بازو جھکادو۔

وَقُلْ إِنِّيٓ أَنَا ٱلنَّذِيرُ ٱلْمُبِينُ (الحجر 89)

اور آپ کہہ دیجئے کہ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں.

اس حکم کے بعد اعلانیہ دعوت شروع ہوگئی اور یہ سلسلہ دس(۱۰)سال تک چلتا رہا۔

اس دوران آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ اور طائف میں بھی دعوت دی۔

(۲) دعوت کا موضوع

مکی دور میں بنیادی طور پر ایک اُمّت بنانے کی دعوت تھی اور اُمّت کی بنیاد نظریہ اور کردار پر رکھنے کے پیش نظر اس دور میں **ایمانیات** اور **اخلاقیات** کی دعوت اور تعلیم دی گئی۔ **توحید**، **رسالت**، **قرآن** اور **آخرت** کی تعلیم دی گئی۔

توحید

توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان کہ وہ ذات **وحدہ لاشریک** ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ **کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے**۔ جبکہ خانہ کعبہ میں **تین سو ساٹھ** (360) بُت رکھے ہوئے تھے بلکہ مکہ مکرمہ کا ہر گھر بُت خانہ بنا ہوا تھا۔ لہٰذا توحید کی دعوت دی گئی۔

رسالت

رسالت کی دعوت دی گئی کہ میں (محمد ﷺ) اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اگر وحی اپنی طرف سے ہوتی تو اس سے پہلے چالیس (40) سال کا عرصہ میں آپ کے ساتھ گزار چکا ہوں۔ تو یہ بات میں نے پہلے کیوں نہیں کہی۔

قرآن

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم کہ یہ انسان کا کلام نہیں اگر یہ انسانوں کا کلام ہے تو

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (البقرہ 23)

ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنالاؤ

نہ کوئی ایک آیت بنا کر پیش کر سکا اور نہ قیامت تک پیش کر سکے گا۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے۔

آخرت

جس طرح رات کو دنیا سو جاتی ہے اور صبح کو اُٹھ جاتی ہے اسی طرح ایک دن ساری دنیا مستقل سو جائے گی اور پھر اس کے کچھ عرصے بعد لوگ پھر کھڑے ہونگے محشر برپا ہو جائے گی۔ انسان نے دنیا میں جو کچھ کیا ہو گا اس کا حساب و کتاب ہو گا۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَيَقُولُ هَآؤُمُ ٱقْرَءُوا۟ كِتَٰبِيَهْ (الحاقۃ ۱۹)

سو جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو.

وہ کامیاب ہو گا جس کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِشِمَالِهِۦ فَيَقُولُ يَٰلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَٰبِيَهْ (الحاقۃ ۲۵)

لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی.

وہ ناکام ہو گا جس کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا۔

اخلاقیات

اسی طرح اس دور میں اخلاقیات، عمدہ اخلاق و صفات، صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا گیا۔ پاک دامنی اور پڑوس کیساتھ اور کمزوروں کیساتھ اچھے سلوک کرنے اور ہمدردی کا حکم دیا گیا۔ بے حیائی، جھوٹ، چوری اور بُرے اخلاق سے منع کیا گیا۔

(۳) دعوت کا طریقہ

آپ ﷺ نے جب دعوت دینا شروع کی تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے گھرانے سے دعوت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد گھر سے نکلنے کے بعد اپنے خاندان **بنی ہاشم** کو دعوت دی۔ اس کے بعد اپنے قبیلے **قریش** کو دعوت دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے عام عرب کو دعوت دی ہے۔ گویا معلوم یہ ہوا کہ جب ہم دعوت کا آغاز کریں تو اپنی ذات سے شروع کریں اور سب سے پہلے اپنی اصلاح کریں، اپنے آپ کو نیک بنائیں اور اس کے بعد جب دعوت دیں تو اپنے گھر سے آغاز کریں۔ پھر اپنے خاندان سے آغاز کریں۔ پھر اپنی قوم سے آغاز کریں۔ پھر عام مسلمانوں کو دعوت دینے والے ہوں۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ

(سورۃ فُصِّلت ۳۳) **اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں.**

دین کی دعوت میں مخالفت کی مختلف صورتیں

آپ ﷺ نے جب اعلانیہ طور پر دعوت دینا شروع کی تو دعوت کی مخالفت شروع ہوگئی اور مخالفت کی مختلف صورتیں اختیار کی گئیں۔ جن کی مدد سے وہ دعوت کو روکنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ سے مصالحت کی کوشش کی گئی۔ اس سے بات نہ بنی تو آپ ﷺ کو دھمکی دی گئی۔ اس سے بات نہ بنی تو گھٹیا حرکتوں پر اُتر آئے۔ اس سے بھی مشرکین کا مسئلہ حل نہیں ہوا تو ظلم و ستم شروع کر دیا اور پھر ثقافت اور کلچر کے ذریعے سے جھوٹا پروپگینڈا شروع کر دیا اور اس دعوت کو روکنے لگے لیکن آپ ﷺ اپنی دعوت میں لگے رہے اور مصالحت کے ذریعے سے آپ ﷺ سے بات کی گئی تو آپ ﷺ بالکل متاثر نہ ہوئے۔

دعوت دین کے خلاف مشرکین کی دھمکیاں اور گھٹیا حرکتیں

جب آپ ﷺ کو دھمکی دی گئی تو دھمکیوں سے بھی آپ ﷺ پر کوئی فرق نہیں پڑا اور آپ ﷺ اپنے مشن میں جاری و ساری رہے۔ گھٹیا حرکتوں پر اُتر آئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی دونوں بیٹیاں رقیہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو ابو لہب نے طلاق دلوائی لیکن پھر بھی آپ ﷺ اپنی دعوت سے نہیں رُکے۔ آپ ﷺ کے گھر کے پاس گندگی پھینکی جاتی تھی۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے پھر بھی آپ ﷺ نے صبر کیا اور دعوت کرتے رہے۔

دعوت دین کے دوران آپ ﷺ اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم پر مظالم

ظلم و ستم کا باب تو بہت طویل ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ کو کس طرح تکلیف دی گئی۔ نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر او جھڑی ڈالی گئی۔ **آل یاسر** کا خاندان ظلم و ستم کا نشانہ بنا۔ حتیٰ کہ **حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرۃ سمیہ رضی اللہ عنہا** کو **شہید** کر دیا گیا۔ حضرت **یاسر رضی اللہ عنہ** اسی ظلم کو سہتے سہتے اللہ کو پیارے ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو تشدد سہنا پڑا۔ **حضرت بلال رضی اللہ عنہ** کے واقعات تو ضرب المثل ہیں۔ اسی طرح **حضرت خباب رضی اللہ عنہ** کی مثال ملتی ہے۔

دعوت کے دوران آپ ﷺ کی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین

آج دنیا کہتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ یہ لوگ تو بس مارتے ہی ہیں۔ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھا جائے مکہ مکرمہ کی تیرہ (۱۳) سالہ زندگی میں آپ ﷺ اور صحابہ اکرام دعوت دیتے رہے اور اس کے مقابلے میں آپ ﷺ کو کتنی تکلیفیں دی جا رہی ہیں اور آپ ﷺ اور صحابہ صبر کر رہے ہیں۔

فَٱصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْعَزْمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ (سورۃ احقاف ۳۵)

پس (اے پیغمبر) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا

حکم ملا کہ آپ ﷺ صبر کریں اور آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین کر رہے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دی جا رہی ہیں اور انگاروں پر تڑپایا جا رہا ہے۔ مکہ مکرمہ کی گرمی میں ریت پر لٹایا جا رہا ہے۔ لیکن صحابہ کو صبر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ متواتر تیرہ

(۱۳) سالوں تک مسلمانوں نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ خود بھی یہ برداشت کر رہے ہیں۔

ثقافت اور کلچر کا جھوٹا پروپگینڈا

جب اس سے بھی انکا کام نہیں چلا تو ثقافت اور کلچر کے ذریعے سے جھوٹا پروپگینڈا شروع کر دیا۔ **نضر بن حارث** کے بارے میں آتا ہے گانا گانے والی عورت اور کچھ قصے کہانیاں خرید کر لایا اور جب آپ ﷺ قرآن کی مجلس لگایا کرتے اور لوگوں کو متوجہ کرتے تھے تو یہ بدبخت اپنی مجلس لگاتا تھا اور لوگوں کو گانا اور قصے کہانیاں سُناتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا:

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ (سورۃ لقمان 6)

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں

کچھ لوگ ایسے ہیں جو کھیل کی بات خریدتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں! گویا قرآن کے مقابلے میں پہلے دن سے ہی گانے کو لایا گیا۔ آج دنیا کہتی ہے کہ نعوذباللہ گانا تو روح کی غذا ہے۔ گانا تو قرآن کے مقابلے میں ابتداء سے لایا گیا ہے۔ آج ہم اس کو اپنی ثقافت کہتے ہیں۔ دعوت کو روکنے کیلئے ابتداء سے ہی گانے کو لایا گیا اور یہ طریقہ اپنایا گیا ۔ان مختلف طریقوں سے دعوتوں کو روکا گیا لیکن آپ ﷺ اپنی دعوت کے مشن میں

لگے رہے اور کسی کی پرواء نہیں کی۔ تیرہ (۱۳) سالہ زندگی میں آپ ﷺ نے دعوت ہی دی ہے اور صحابہ نے تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

(۴) نبوت کے بعد تیرہ (۱۳) سالہ مکی زندگی کا خلاصہ

آپ ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس (۴۰) سال ہوئی تو آپ ﷺ گوشہ نشینی اور تنہائی محبوب ہونے لگی۔ آپ ﷺ غارِ حرا جاتے اور وہاں کئی کئی دن قیام فرماتے پھر اس کے بعد چھ (٦) ماہ تک مسلسل آپ ﷺ کو خواب آتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلُ فَلَقِ الصُّبْح

آپ ﷺ کوئی بھی خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا ہو کر سامنے آجاتا تھا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس (۴۰) سال کی عمر میں ختم نبوت کا تاج پہنایا۔ ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِي (سورۂ علق ۱) **پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا.** سب سے پہلے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر آپ ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ (۱۳) سالہ زندگی میں تین (۳) سال آپ ﷺ نے خفیہ دعوت دی اور دس (۱۰) سال اعلانیہ دعوت دی۔

مرکز دعوت اور حبشہ کی طرف ہجرت

اس دور میں مرکز دعوت **دار ارقم** تھا جو **حضرت ارقم رضی اللہ عنہ** کا گھر تھا۔ مسلمانوں نے اس تیرہ (۱۳) سالہ عرصے میں نبوت کے پانچویں سال **حبشہ** کی طرف **پہلی ہجرت** کی جس

میں گیارہ(۱۱) **مرد** اور پانچ(۵) **خواتین** شامل تھیں۔اسی سال **حضرت عمر** اور **حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما** مشرف بالا سلام ہوئے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی . نبوت کے **چھٹے** سال دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی گئی جس میں تراسی (83)مرد اور اُنّیس (19)خواتین شامل تھیں اور اس جماعت کے **امیر حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ** تھے۔اس کے بعد حبشہ میں مہاجرین کی پُرامن زندگی اور قریش کے سفیروں کی ناکامی اور مکہ مکرمہ میں اسلام کے دائرے کی دن بدن وسعت ان سارے عوامل نے کفار مکہ کو حواس باختہ اور پاگل بنادیا کہ اسلام تو دن بدن پھیلتا جارہا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے حبشہ میں مسلمان آسانی سے زندگی گزار رہے ہیں۔

معاشرتی بائیکاٹ

اب مکہ مکرمہ کے مشرکین نے ایک اسکیم بنائی جس کی بناء پر کفار مکہ نے خاندان رسول ﷺ اور مسلمانوں سے عام معاشرتی بائیکاٹ کا اعلان کردیا اور اس بائیکاٹ کا معاہدہ لکھ کر **کعبۃ اللہ** پر لگادیا۔ابو طالب بنوہاشم کو لیکر مکہ مکرمہ کی آبادی سے باہر نکل گئے اور شعبہ ابی طالب ایک جگہ ہے وہاں چلے گئے اور وہاں رہے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا خاندان تین (3)سال تک یہاں رہا اور اس عرصے میں مسلسل آپ ﷺ سے بائیکاٹ رہاجس میں بڑی تکلیفیں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان پر اور عام مسلمانوں کو پہنچائی گئیں۔

شقِ قمر

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت کے آٹھویں (۸) سال شقِ قمر کا معجزہ عطاء کیا۔

ٱقۡتَرَبَتِ ٱلسَّاعَةُ وَٱنشَقَّ ٱلۡقَمَرُ (سورۃ القمر ۱)

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

آپ ﷺ نے اشارہ کیا اور آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکرے ہوا۔ نبوت کے **دسویں (۱۰)** سال وہ معاشرتی بائیکاٹ ختم ہوا اس طرح اس معاشرتی بائیکاٹ کی مدت **تین** سال رہی۔

عام الحزن اور طائف کا سفر

نبوت کے **دسویں (۱۰)** سال آپ ﷺ کی زوجہ حضرۃ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہوا۔ اسی وجہ سے سیرت کی کتابوں میں اس سال کو عام الحزن **غم کا سال** کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی سال آپ ﷺ نے طائف کا سفر کیا۔ جب یہاں پر تکلیفیں اور بڑھ گئیں اور دعوت کے کام میں رکاوٹ ہونے لگی تو آپ ﷺ نے دوسری طرف رُخ کیا جس سے سبق ملتا ہے کہ داعی کیلئے جب ایک جگہ کام کرنا مشکل ہو تو اپنا رُخ دوسری طرف کرنا چاہیئے۔ آپ ﷺ نے دعوت کے ارادے سے **طائف** کا سفر کیا لیکن وہاں کے سرداران 1) **عبد یالیل**، 2) **مسعود** اور 3) **حبیب** نے آپ ﷺ کی تحقیر کی اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگایا۔ طائف والوں نے آپ ﷺ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ وہاں سے واپس آئے صرف عدّاس

نامی ایک غلام تھا جو ایک باغ میں آپ ﷺ پر ایمان لایا اور وہاں کچھ وقت آپ ﷺ نے آرام کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ طائف کے سفر سے واپسی پر آئے تو راستے میں جنات سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے جنات کو اسلام کی دعوت دی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقُرْءَانَ (سورۃ الاحقاف ۲۹)

اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں

جنات نے اسلام قبول کیا اور اسلام کا سلسلہ اس طرح جنات کے ساتھ بھی شروع ہوا۔

سفر معراج

إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا (سورۂ شرح ٦) **بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے.**

ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور ہر تاریکی کے بعد روشنی ہے یہ قدرت کا قانون ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ایسا سفر کروایا اور ایسے مشاہدات کروائے جن سے ماضی کے وہ زخم مندمل ہو گئے وہ زخم ختم ہو گئے اور ساتھ ہی اس سفر سے یہ بتلا دیا کہ آپ ﷺ دونوں قبلوں کے **امام، امام الانبیاء، پورے عالم کے رہنماء،** اور **قیامت تک کیلئے پیغمبر** اور **پیشوا** ہونگے۔ ساتھ ہی فرش سے عرش تک کا یہ سفر کرانے میں **ختم نبوت** کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ **کائنات** عرش پر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نبوت اور رسالت کے بھی تمام کمالات آپ ﷺ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ پورے

عالم کیلئے رحمت اللعالمین، پوری انسانیت کیلئے نجات دہندہ ہیں۔ اسی طرح اسی سفر معراج میں آپ ﷺ کو **نماز** کا تحفہ ملا اور آپ ﷺ کی امت کیلئے گویا نماز فرض ہوئی ہے۔

الصّلوٰةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ **نماز ہی مومن کی معراج ہے۔**

سفر ہجرت

اس کے بعد **تین** سال آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے اور پھر ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ **حضرت ابو بکر** رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور کی طرف گئے اور وہاں سے پھر **مدینہ منورہ** تشریف لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی تیرہ (13) سالہ مکی زندگی

حضورِ ﷺ کی 23 سالہ نبوت والی زندگی جس میں سے 13 سال مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے گزارے ان 13 سالہ مکی زندگی میں آپ ﷺ نے اللہ کی توفیق سے توحید و رسالت اور اثباتِ قیامت یعنی ان تینوں پر آپ ﷺ نے نبوت کے 13 سال مکہ مکرمہ میں اپنی زندگی صرف فرمائی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی داعی دعوت لے کر آتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے قوم کے سامنے دعوت رکھتا ہے کہ میرا مدعی کیا ہے میں کیا کہتا ہوں اور کیا چاہتا ہوں اور پھر لوگوں کے سامنے جب کوئی نئی بات اور دعوت سامنے آتی ہے تو اس کی موافقت بھی ہوتی ہے اور مخالفت بھی ہوتی ہے پھر اس مخالفت کا دلائل کے ساتھ رد کیا جاتا ہے بعینہ اسی طرح جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل کی آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا اور آپ کو حکم دیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿١﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ﴿٢﴾ (المدثر)﴾

اے کپڑا اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جائیں اور آگاہ کر دیں

آپ کھڑے ہو جائے اور لوگوں کو خطرناک انجام سے ڈرائیے چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کو پورا کیا اور اسلام کی دعوت دینا شروع کی اور مکہ مکرمہ کی 13 سالہ زندگی میں آپ نے صرف توحید کی دعوت دی اور صبر کیا۔

حضور ﷺ کی دس (١٠) سالہ مدنی زندگی

آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد مدنی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس کی مدت 10 سال ہے، اس 10 سالہ زندگی میں اسلام کو بہت عروج ملا۔ اسلام کی رفعت اور بلندی اسلام کی تکمیل یعنی جس دین کی ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی تھی اس کی تکمیل مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس مدنی دور میں احکامات بھی آئے اور اس 10 سالہ زندگی میں آپ ﷺ نے بہت سارے اقدامات بھی کیے اس 10 سالہ زندگی میں غزوات بھی ہوئے ہیں اور مسلمانوں کی مملکت ایک اسلامی ریاست کے نام سے وجود میں آئی جس سے ریاست مدینہ کہا جاتا ہے حضورِ اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں تین اقدام کیئے۔

بنیادی اقدامات اور ان کے مقاصد

تین مقاصد:

1. اللہ کے ساتھ صحیح تعلق قائم ہو

2 آپس میں صحیح تعلق کا نظام ہو

3 غیر مسلموں کے ساتھ صحیح تعلق کا نظام ہو

رسول اللہ ﷺ نے ان تین مقاصد کے لئے تین اقدامات کئے :

تین اقدامات:

1 پہلے مقصد کے لئے مسجد نبوی تعمیر کی ۔

2 دوسرے مقصد کے لئے مواخات کا نظام بنایا ۔

3 تیسرے مقصد کے لیے میثاق مدینہ کی بنیاد پر سب کو جمع کیا۔

فقہ السیرۃ للغزالی 135

پہلا اقدام مسجد نبوی کی تعمیر

رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر مدینہ منورہ میں سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک مرکز ہو ، جہاں سب مسلمان جمع ہوں ، اجتماعی طور پر عبادت کا اہتمام ہو تعلیم وتربیت کا نظام ہو اور آپس میں ان کے تعارف کا ماحول بھی ہو۔مدینہ تشریف آوری کے بعد چھ سات ماہ تک رسول ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا، اس عرصے میں نماز کی ادائیگی کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی کہیں پر بھی نماز ادا کرلیا کرتے تھے ، بالآخر رسول الکریم ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا ارادہ فرمایا، اس مقصد کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیاوہ " سھل " اور " سھیل نامی دو

بھائیوں کی جگہ تھی ، انہوں نے بغیر قیمت وہ جگہ رسول ﷺ کو ہدیہ کرنا چاہی لیکن آپ نے قیمت ادا فرما کر اس زمین کو خریدی اور مسجد نبوی کی تعمیر فرما کر ایک مرکز کاانتظام کر دیا۔ مسجد کے ساتھ ہی درس و تدریس کے لیے ایک چبوترہ بھی بنوایا جو صُفّہ کے نام سے مشہور ہوا۔

دوسرا اقدام مواخات کا نظام

وہ مسلمان جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھےوہ مدینہ منورہ میں اجنبی تھے ، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کر کے بے سروسامان اور خالی ہاتھ مدینہ منورہ پہنچے تھے۔رسول ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارے کا رشتہ قائم فرمادیا۔اس موقع پر انصار نے ایثار و قربانی کی تاریخ رقم کر دی ، مہاجرین کو اپنے کارو بار اور تمام منافع میں شریک کرلیا۔

مواخات کے فوائد

1 علمی فائدہ: سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مہاجرین نے رسول ﷺ کی 13 سال محبت سے حاصل کردہ فوائد و انوارات کو انصار کی طرف منتقل کر دیا گویا مدینہ منورہ کاہر گھر مدرسہ بن گیا ۔

2 معاشرتی فائدہ: مہاجرین نے خود کو مہمان اور انصار نے خود کو میزبان کہنا چھوڑ دیا، بلکہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے کی وجہ سے ان کے درمیان بے تکلفی کی فضا قائم ہوئی۔

3 معاشی فائدہ: انصار کھیتی باڑی سے واقف تھے لیکن تجارت سے ناواقف تھے جس کی وجہ سے مدینہ کی تجارت پر یہود کا قبضہ تھا . مہاجرین تجارت میں ماہر تھے تو مھاجرین و انصار کے باہمی اشتراک سے مدینہ منورہ کی تجارت سے یہودی کی اجارہ داری ختم ہوئی اور یوں مسلمان اقتصادی اور معاشی میدان میں آگے ہو گئے۔

تیسرا اقدام : میثاق مدینہ

اس معاہدے نے مدینہ منورہ کی منتشر فضا کو یکجا کر دیا۔

اس اقدام کے اہم نکات درج ذیل ہیں :

1 ہر ایک کو اپنے دین پر چلنے کا حق حاصل ہو گا۔

2 ہر ایک اپنا خرچہ خود برداشت کرے گا۔

3 جنگ کی صورت میں اتفاق ہو گا۔

4 معاہدے کے غلط استعمال پر پابندی ہو گی۔

5 حق دار کی حمایت کی جائے گی۔

6 ہر قسم کے ہنگامے اور فساد پر پابندی ہو گی۔

7 اختلات کی صورت میں اللہ اور رسول ﷺ کو فیصلے کا حق حاصل ہو گا

8 اندرونی و بیرونی حملے کی صورت میں سب مل کر دشمن سے دفاع کریں گے

﴿البدایۃ والنہایۃ 3/224 بحوالہ سیرۃ المصطفیٰ 1/455﴾

مدینہ کی ریاست کو اندرونی اور بیرونی خطرات

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کو تین اطراف سے کفار نے گھیر رکھا تھا۔

1 جنوب میں انتہائی طاقتور قریش آباد تھے۔

2 مشرق میں جنگجو قبائل عرب آباد تھے۔

3 شمال میں سازشی ٹولہ یہود آباد تھے۔

اسلامی ریاست کے اس بے رونی تکون کے گھیراؤ کے ساتھ ساتھ اندرونی صورت حال یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اندر مسلمانوں کے علاوہ مندرجہ بالا آباد تھے۔

عرب کے دو قبیلے	یہود کے تین قبیلے
اُوس اور خَزْرَج	بُنُوْ قَیْنُقَاعْ، بَنُوْ نَضِیْر اور بَنُوْ قُرَیْظَہْ

گویا اندرونی اور بیرونی اعتبار سے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کو خطرات بہت لاحق تھے جس کی بنا پر آپ ﷺ نے یہ سارے اقدامات کیے۔ اس سے ہمیں بھی یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی اپنے ملک کے لئے اسی طرح اقدامات کرنے والے ہوں۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست مدینہ منورہ قائم کرنے کے لئے اقدامات کیئے۔

غزوات و سرایا

اس کے بعد مدینہ منورہ کی زندگی میں جہاد اور غزوات کا جو سلسلہ شروع ہوا جس میں سے بعض میں آپ ﷺ نے خود شرکت فرمائی اور بعض میں کسی صحابی کو امیر بنا کر لشکر آپ ﷺ نے روانہ فرمایا۔

(1) پہلی قسم کو غزوہ اور (2) دوسری قسم کو سرایا کہتے ہیں۔

﴿۱﴾ پہلی ہجری میں آپ ﷺ نے 2 سرایا روانہ فرمائے ایک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اور دوسرا سریہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو۔

﴿۲﴾ سن دو ہجری میں پانچ (5) غزوات ہوئے:

غزوہ ابواجس ﴿غزوہ ودّان﴾	غزوہ بدر کبریٰ	غزوہ سویق
غزوہ بدر	غزوہ بنی قینقاع	3 سریے اور روانہ ہوئے

﴿1﴾ سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ﴿2﴾ سریہ عمیر رضی اللہ عنہ ﴿3﴾ سریہ سالم رضی اللہ عنہ

اس سال کے غزوات میں سب سے زیادہ اہم غزوہ بدر ہے کہ جس میں 70 سردارانِ قریش مارے گئے اور 70 قید کیے گئے اور اسلام کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی 313 کے مقابلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے 1000 کے لشکر کو شکست دی۔

﴿۳﴾ سن تین ہجری میں 3 غزوات ہوئے:

غزوہ غطفان	غزوہ احد	غزوہ حمر آء الاسد	2 سریے روانہ ہوئے

1 سریہ محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ 2 سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

سن 3 ہجری میں غزوہ احد بھی ہے جس میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

۴ سن چار ہجری میں 2 غزوات ہوئے:

غزوہ بنی النضیر	غزوہ بدر صغریٰ	4 سریے بھی بھیجے گئے

1 سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ 2 سریہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

3 سریہ منذر رضی اللہ عنہ 4 سریہ مرثد رضی اللہ عنہ

۵ سن پانچ ہجری میں 4 غزوات ہوئے:

غزوہ ذات الرقاع	غزوۃ دومۃ الجندل	غزوہ مریسیع (المصطلق)	غزوہ خندق

۶ سن چھ ہجری میں 3 غزوات ہوئے:

غزوہ بنی لحیان	غزوہ غابہ (ذی قرد)	غزوہ حدیبیہ	11 سرایا روانہ ہوئے

صلح حدیبیہ بھی سن 6 ہجری میں ہوا جس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ حاصل ہوا، اور

سن 6 ہجری میں گیارہ سرایا روانہ کیے گئے۔

1 سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بجانب قرطا

2 سریہ عکاشہ رضی اللہ عنہ 3 سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بجانب ذی القصد

4 سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب بنی سلیم 5 سریہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

6 سریہ علی رضی اللہ عنہ 7 سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بجانب ام قرفہ

8 سریہ عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ 9 سریہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

10 سریہ کرز بن جابر رضی اللہ عنہ 11 سریہ عمرو الضمری رضی اللہ عنہ

۷ سن 7 ہجری میں صرف ایک غزوہ غزوہ خیبر ہوا اور 5 سرایا روانہ ہوئے

1 سریہ ابو بکر رضی اللہ عنہ 2 سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ

3 سریہ غالب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ 4 سریہ بشیر رضی اللہ عنہ 5 سریہ اجزم رضی اللہ عنہ

۸ سن 8 ہجری میں 4 اہم غزوات پیش آئے

غزوہ موتہ	فتح مکہ معظّمہ	غزوہ حنین	غزوہ طائف	10 سرایا روانہ ہوئے

1 سریہ غالب رضی اللہ عنہ بجانب بنی الملوح

2 سریہ غالب بجانب فدک 3 سری شجاع 4 سریہ کعب رضی اللہ عنہ

5 سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ 6 سریہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

7 سریہ ابو قتادہ 8 سریہ خالد، جس کو غمیصا بھی کہا جاتا ہے

9 سریہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ 10 سریہ قطبیہ رضی اللہ عنہ

۹ سن نو ہجری میں غزوہ تبوک ہوا جو سب سے آخری غزوہ ہے اور تین

سریے روانہ کیے گئے۔

1 سریہ علقمہ رضی اللہ عنہ 2 سریہ علی رضی اللہ عنہ 3 سریہ عکاشہ رضی اللہ عنہ

﴿۱۰﴾ سن دس ہجری میں آپ ﷺ نے صرف دو سرایا روانہ کیے تھے ایک خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اور سن دس ہجری میں حجۃ الوداع ادا کیا گیا۔ گویا آپ ﷺ کی مدنی زندگی میں آپ ﷺ کی غزوات کی تعداد سیرت کی کتابوں میں 27 ذکر کی گئی ہے اور اسی طرح سرایا کی تعداد 60 ذکر کی گئی ہے اس میں سے کچھ ایسے بھی جس میں جنگ کی نوبت بھی نہیں آئی۔

غزوات النبی ﷺ پر ایک نظر

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے کر آئے اور یہاں پر ایک نئی زندگی کا ایک نئے دور کا آغاز ہوا جس میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا جس میں سے 27 غزوات میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بنفس نفیس خود شرکت کی جس میں سے ﴿9﴾ غزوات ایسے ہیں جس میں مسلمانوں اور دشمنان اسلام کے درمیان باقاعدہ جنگ ہوئی۔

(1) غزوہ بدر (2) غزوہ احد (3) غزوہ خندق (4) غزوہ بنو قریظہ
(5) غزوہ بنو مصطلق (6) غزوہ خیبر (7) فتح مکہ (8) غزوہ حنین (9) غزوہ طائف۔

غزوہ بدر جسے اساس کہا جاتا ہے اس میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد صرف 313 تھی جبکہ غزوات میں سب سے آخری غزوہ، غزوہ تبوک ہوا جس میں

شریک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد 30 ہزار تھی گویا اس تھوڑے سے عرصے میں مسلمانوں کی تعداد کتنی زیادہ ہوئی کہ جب پہلے غزوے میں تعداد 313 اور پھر اس کے بعد آگے غزوہ احد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ میں 14 سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے ساتھ تھے جبکہ اس کے بعد سن 8 ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد 10 ہزار تک ہوئی اور تبوک کے موقع پر 30 ہزار تک تعداد پہنچ گئی، گویا غور کیا جائے تو غزوات میں سب سے آخری غزوہ، غزوہ تبوک سے کامیاب واپسی نے قبائل عرب کو تذبذب کی کیفیت سے نکال کر فیصلے کے دوراہے پر لا کر کھڑا کیا اب یا تو اسلام قبول کرنے کا راستہ تھا یا مرکز اسلام سے مصالحت کا راستہ تھا چنانچہ ہر طرف سے وفود آنے کا سلسلہ شروع ہوا اور اسی وجہ سے سن 9 ہجری کو عام الوفود کا نام دیا گیا۔ چنانچہ اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں ہر طرف سے وفود آنے کا سلسلہ شروع ہوا لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾

کی تعبیر کھل کر سامنے آنے لگی ایک سال کے بعد سن 10 ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔

غزوات النبی ﷺ کے نتائج

(1) یہ اسلام کی حقانیت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دین کے لئے محنت اور آپ ﷺ کے غزوات کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ نے دین حق کے لیے جب دعوت شروع کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اس پر لبیک کہا ہجرت میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ وہ اکیلے سفر پر تھے اور آج حال یہ ہے کہ اس غزوات کے مکمل ہونے کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی جو اسلام کے حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کے غزوات، سرایا اور فوجی مہمات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی شخص جو جنگ کے ماحول پس منظر اور آثار و نتائج کا علم رکھتا ہو یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے اور باکمال فوجی کمانڈر تھے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی سوجھ بوجھ سب سے زیادہ درست اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی فراست اور بیدار مغزی سب سے زیادہ گہری تھی آپ علیہ الصلاۃ والسلام جس طرح نبوت اور رسالت کے اوصاف میں سید الرسل اور اعظم الانبیاء تھے اسی طرح فوجی قیادت کے وصف میں بھی آپ علیہ الصلاۃ والسلام نادر عبقریت کے مالک تھے چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جو بھی معرکہ آرائی کی اس کے لیے ایسے حالات اور ایسی جہتوں کا انتخاب فرمایا جو تدبر اور حکمت اور شجاعت کے عین مطابق تھے کسی معرکہ میں حکمت عملی، لشکر کی ترتیب اور

حساس مراکز پر اس کی تعیناتی موزوں ترین مقام جنگ کے انتخاب اور جنگی پلاننگ وغیرہ میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے کبھی کوئی چھوٹ نہیں ہوئی بلکہ ان تمام غزوات میں ان تمام جنگی معاملات و مسائل کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عملی اقدامات سے ثابت کر دیا کہ دنیا بڑے بڑے کمانڈروں کے تعلق سے جس طرح کی قیادت کا علم رکھتی ہے تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس سے بہت کچھ مختلف ایک نرالی ہی قسم کی کمانڈرانا صلاحیت کے مالک تھے جس کے ساتھ شکست کا کوئی سوال ہی نہ تھا، تمام غزوات سے اس کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

غزوات النبی ﷺ کے فوائد

(1) آپ ﷺ نے ان غزوات کے ذریعے سے امن وامان قائم کیا فتنہ کی آگ بجھائی، اسلام اور بت پرستی کی کشمکش میں دشمن کی شوکت توڑ کر رکھ دی اور انہیں اسلامی دعوت و تبلیغ کی راہ آزاد چھوڑنے اور مصالحت کرنے پر مجبور کر دیا۔

(2) حضور ﷺ نے ان غزوات کی بدولت یہ بھی معلوم کر لیا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا ساتھ دینے والوں میں کون سے لوگ مخلص ہیں اور کون سے لوگ منافق ہیں اس کا بھی پتہ چل گیا۔

(3) پھر آپ ﷺ نے محاذ آرائی کے عملی نمونے کے ذریعے مسلمانوں کمانڈروں کی ایک زبردست جماعت بھی تیار کر دی جنہوں نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد عراق اور شام کے میدانوں میں فارس اور روم سے ٹکر لی اور ان کے بڑے بڑے

کمانڈروں کو شکست دے کر ان کے مکانات اور سرزمین سے اموال اور باغات سے اور باعزت مقامات اور مزے دار نعمتوں سے نکال باہر کیا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوات کی بدولت مسلمانوں کے لیے رہائش کھیتی، چشمے اور کام کا انتظام فرمایا اور محتاج پناہ گزیروں کے مسائل حل فرمائے، ہتھیار، گھوڑے، ساز و سامان اور اخراجات جنگ مہیا کئے اور یہ سب کچھ بغیر ظلم و زیادتی کے حاصل کیا گیا یعنی اللہ کے بندوں پر ذرہ برابر ظلم اور زیادتی نہیں کی گئی۔

غزوات النبی ﷺ پر ایک نظر

وہ تمام 27 غزوات جس میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام بنفس نفیس شریک تھے، یا وہ سرایا جس میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کسی صحابی کو امیر بنا کر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے روانہ کیا۔

تمام غزوات اور سرایا میں جتنا خون بہایا گیا جنگوں کی پوری تاریخ میں ہمیں اس سے کم کوئی مقدار نظر نہیں آتی ان تمام غزوات کے مقتولین کی تعداد ایک ہزار اٹھارہ (1018) سے زیادہ نہیں جس میں دونوں فریقین شامل ہیں۔

لیکن اس قلیل تعداد نے انسانوں کو خون کی جس ارزانی سے اور بے عزتی سے بچایا اس کا مکمل جائزہ اور سروے مشکل بلکہ ناممکن ہے اور اس کے نتیجے میں جزیرۃ العرب کے اطراف میں اس قدر امن و اطمینان کی فضا قائم ہو گی کہ ایک مسافر خاتون ہیرا سے چلتی اور کعبۃ اللہ کا طواف کرکے واپس چلی جاتی اور اللہ کے سوا اس

کو کسی کا ڈر نہ ہوتا ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر چلتی اور بیت اللہ کی زیارت کرتی اور اس کو کسی کا خوف نہ ہوتا جبکہ اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ پورے جزیرۃ العرب میں قتل و غارت گری، انتقامی کارروائیوں اور خانہ جنگیوں اور معرکہ آرائیوں کا سلسلہ قائم تھا اور بڑی بڑی حکومتوں کے کارواں بھی بڑے غیر معمولی پہرے، حفاظتی بندوبست اور ماہر راہبوں کی مدد سے چلتے تھے اور پھر غور کیا جائے۔

تمام غزوات قرآن مجید کے دو حاکمانہ اصول پر مبنی ہے

پہلے نمبر پر: ﴿الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ: ۱۹۱)

کہ فتنہ انگیزی قتل سے بڑھ کر ہے۔

دوسرے نمبر پر:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾(البقرۃ: ۱۷۹)

اور اے عقلمندو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم (خونریزی سے) بچو۔

ان دو اصولوں کی وجہ سے نوعِ انسانی کا بڑا وقت بچا اور اصلاح حال اور خطرات کے سدباب کی ان طویل کوششوں اور مسلسل محنتوں کی ضرورت نہ پڑی جو اکثر بے نتیجہ رہی ہے اس کے علاوہ ان غزوات پر جن اخلاقی تعلیمات اور مشفقانہ ہدایات کا سایہ اور پرتو تھا اس نے ان کو انتقامی کارروائیوں اور غصے کی آگ بجھانے کے بجائے تادیبی کارروائی اور ہدایت اور فلاح کا سامان کرنے کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو اس کو یہ ہدایات دیتے میں

تمہیں اللہ سے ڈرنے اور جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں اللہ کے نام پر قتال کرنا اور اللہ ہی کے راستے میں اس سے قتال کرنا جس نے اللہ کے ساتھ کفر اختیار کیا، غداری نہ کرنا، مال غنیمت کی چوری نہ کرنا، کسی بچے، عورت یا بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، کسی معبد میں بیٹھے ہوئے گوشہ نشین کو قتل نہ کرنا، کسی کھجور کو ہاتھ نہ لگانا اور نہ کسی درخت کو کاٹنا اور نہ کسی عمارت کو گرانا جہاں تک اس جنگی کاروائی کی کامیابی اور سرعت کا تعلق ہے تو اس کا ایک اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس دس سال کی مختصر مدت میں جزیرۃ العرب کا تقریبا 274 میل مربع روزانہ اسلام کے زیر سایہ آتا گیا مسلمانوں کے جانی نقصان کو دیکھا جائے تو مہینہ پر ایک آدمی کا اوسط پڑتا ہے دس سال مکمل نہیں ہوئے تھے کہ دس لاکھ مربع میل اسلام کے زیر اقتدار آچکے تھے۔

غزوات اور عالمی جنگوں کا موازنہ

اگر ہم ان تمام غزوات اور سرایا جو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بھیجے گئے ان پر اگر نظر ڈالے جتنا خون ان میں بہایا گیا ہے جنگوں کی پوری تاریخ میں ہمیں اس سے کم کوئی مقدار نظر نہیں آتی ان تمام غزوات کے مقتولین کی تعداد (1018) ایک ہزار اٹھارہ سے زیادہ نہیں جس میں دونوں فریقین شامل ہے یعنی مسلمان اور کافر دونوں۔ اگر حضور ﷺ کے ان غزوات اور سرایا کا موازنہ دو عالمی جنگوں سے کی جائے۔

جن میں پہلی جنگ 1914 سے 1918 تک ہوئی۔

دوسری عالمی جنگ 1939 سے 1945 تک ہوئی۔

اگر ان غزوات اور اِعالمی جنگوں کا موازنہ کیا جائے تو اُس فرق کا صحیح اندازہ ہو گا کہ اُس پہلی عالمگیر جنگ کی مقتولین کی تعداد 64 لاکھ ﴿6400000﴾ تھی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے فاضل اور محقق مقالہ نگار نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ اس پہلی عالمگیر جنگ کے مقتولین کی تعداد 64 لاکھ تھی۔

(حدیث دفاع: 19/ 966، بحوالہ نبی رحمت "از مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ)

اور دوسری عالمگیر جنگ کے مقتولین کی تعداد ساڑھے تین کروڑ اور چھ کروڑ کے درمیان تھی۔

(حدیث دفاع: 19/ 1013، بحوالہ نبی رحمت "از مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ)

اِن دونوں جنگوں کو سب جانتے ہیں انسانیت کی کوئی خدمت انجام نہیں دی اور یہ جنگیں کافروں کی آپس میں تھیں مسلمانوں کا اس میں کوئی تعلق نہیں تھا جبکہ ہم اپنے نبی ﷺ کی تمام غزوات کو دیکھتے ہیں تو اُس مقتولین کی تعداد صرف ایک ہزار اٹھارہ ہے گویا اسلام تو مسلمان کی بھی حفاظت چاہتا ہے اسلام تو کافر کے حقوق کے بھی ہمیں حکم دیتا ہے لیکن جس معاشرے میں ظلم اور زیادتی ہو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بندی کی جارہی ہو یا اُنہیں تکلیفیں دیئے جارہی ہو تو پھر اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ اپنا دفاع کرو کفر کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرو یعنی اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے

﴿اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ﴾ جہاد قیامت تک باقی رہے گا

حجۃ الوداع

اس کے بعد سن 10 ہجری میں آپ ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے وہ عظیم خطبہ دیا جس سے خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں اور اس میں آپ ﷺ نے اسلام کی بنیادوں کو واضح کیا شرک اور جہالت کی بنیادیں منہدم کر دی یہ وہ عظیم خطبہ ایسا جامع کامل اور مکمل ہے کہ کائنات کی کسی کتاب کسی بڑے خطیب اور مبلغ اور ادیب سے آپ کو نہیں مل سکتا آج پوری دنیا میں جو انسانی حقوق کے بہت بڑے علمبر دار ہیں چاہے اقوامِ متحدہ (unitedNations) یا سلامتی کونسل ہو یا ہیومن رائٹس کے بڑے عالمبر دار ہو انہوں نے جتنے بھی قوانین بنائے ہیں وہ سب کے سب قوانین اس خطبہ حجۃ الوداع سے لیے ہیں اصل اُن کا منشور یہی ہے۔

مسلمان کے جان اور مال کی حرمت

اس خطبے میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَدِمَائَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا﴾

تمہاری جانیں اور مال آپس میں ایسے ہی حرام ہے جیسے اس دن اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے ان سب سے بڑھ کر خونِ مسلم کی حرمت ہے

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا **خونِ مسلم تو اللہ کے کعبہ سے بھی افضل ہے** یعنی مسلمانوں کو آپ ﷺ نے کتنی بڑی عزت کتنا مقام دیا آپ اندازہ کرے اس بات

سے جو لوگ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ دہشتگرد ہیں اسلام کے بارے میں کہتے ہیں یہ دہشتگرد ہے تو دنیا کی جتنی اقوام ہیں کیا وہ اپنے مذہب میں ایک قول بھی ایسا دکھا سکتے ہیں کیا وہ اپنے مذہب میں ایک دلیل بھی ایسی دکھا سکتے ہیں کہ وہ اسلام جو ایک خونِ مسلم کو اللہ تعالیٰ کے کعبہ سے بھی افضل قرار دے رہا ہو اشہر حرم اور بلد اللہ الحرام سے بھی افضل قرار دے رہا ہو تو کیا وہ مسلمان دہشتگرد ہو سکتا ہے کیا کسی کا خون بہا سکتا ہے۔

ایمان، اسلام اور مسلمان

مسلمان تو نام ہی سلامتی کا ہے مسلمان کا مادہ (س،ل،م) سلامتی کی طرف اشارہ کرتا ہے مسلمانوں کے عقیدے کا نام ایمان ہے جو امن کی طرف اشارہ کرتا ہے مسلمانوں کے مذہب کا نام اسلام ہے جو سلامتی کی طرف اشارہ ہے جس اُمت کے عقیدے میں امن اور مذہب میں سلامتی اور نام ہی سے امن اور سلامتی ظاہر ہو رہی ہو اگر انصاف کی نظر سے دیکھے کیا وہ دہشتگرد ہو سکتے ہیں پھر اسی خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى وَلَا لِاَعْجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى، اَلنَّاسُ مِنْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ﴾

کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر ہے اور نہ کسی سیفد کالے پر اور نہ کسی کالے کو سفید پر برتری حاصل ہے مگر تقویٰ کی بدولت۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے ہے۔

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (الحجرات:13)

اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

فضیلت اور برتری اللہ کے ہاں مرتبہ صرف اور صرف تقوی کی بناء پر ہے گویا اس عظیم خطبے میں جب آپ ﷺ نے خونِ مسلم کی حرمت کا ذکر کیا وہاں ساتھ یہ ذکر کیا کہ یہ سارے قومیت کے بت لسانیت کے بت وطانیت اور صوبائیت کے بت ان سب کو توڑدو ایک اسلام میں داخل ہو جاؤ یہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات ہیں اُمت کے لئے۔

اسلامی انقلاب

آج بھی پوری دنیا میں اگر کسی ملک میں کوئی تحریک کوئی جماعت کوئی نظامِ حکومت کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ اس طرح منہاجِ نبوت پر رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی انقلاب کوئی انقلابِ فرانس یا انقلابِ روس نہیں ہے بلکہ انقلاب اسلام کوئی جزوی انقلاب بھی نہیں ہے کہ چلو معاشی مسئلے میں کوئی انقلاب برپا کر دیا جائے اُس کے بعد اُن کے پلے کچھ نہیں اسلام تو انسان کے اندر ایسا انقلاب لاتا ہے کہ عقیدے میں انقلاب عمل میں انقلاب شکل میں انقلاب اقتصادیات میں انقلاب نظامِ حکومت میں انقلاب یعنی پورے نظام ڈھانچے کو بدل دیتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ آدھا اس کو بھی لے اور اُس کو چن لے اسلام ایک کامل مذہب ہے آج بھی دنیا میں کوئی فکری تحریک کوئی جماعت کامیابی سے ہم کنار تب بھی ہو سکتی ہے کہ وہ رسول

اللہ ﷺ کی سیرت کو اپنائے حضور ﷺ کی طرح اپنی دعوت لے کر اٹھے اور اس دعوت کے راستے میں جتنی تکلیفیں آئے اس پر صبر کرے پھر اس صبر کے بعد جب وہ دعوت چلتی ہے تو پھر اُس سے خود بخود ایک جماعت وجود میں آتی ہے۔

دین حق کی تکمیل

جب رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ (العلق:1) نازل ہوئی اس وقت تصدیق کرنے والے مردوں میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکیلے تھے اور آج وہ وقت آرہا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ ﷺ حج کا خطبہ دے رہے ہیں تو ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کی تعداد موجود ہے یہ آپ ﷺ کے حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے اس میں بڑی تعلیم ہے کہ اس طریقے پر اگر محنت کروگے دعوت کا کام کروگے اللہ کے راستے میں دعوت و تبلیغ اور جہاد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے خود راستے کھلتے جائیں گے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ﴾

(محمد:7)۔ **اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا.**

گویا جس دینِ اسلام کی ابتداء ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ سے مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اُس دین اسلام کی تکمیل مدینہ منورہ میں ہوئی۔اللہ کا ارشاد ہے۔

﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗا﴾

(المائدہ:3) **آج میں نے تمہارے لئے تمھارا دین کامل کردیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کے دین کے طور پر ہمیشہ کے لئے پسند کرلیا۔** (لہذا اس دین کے احکام کی پوری پابندی کرو)۔ یہ آیتِ مبارکہ حج الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت

رسول اللہ ﷺ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے آخری وصیت یہ فرمائی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ **نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا**

(سنن ابن ماجہ:2697، مسند احمد 26483، فتح الباری:8/480)

آپ ﷺ کے اس آخری وصیت میں نماز کے ذکر میں حقوق اللہ کا ذکر آگیا اور غلاموں کے ذکر میں حقوق العباد کا ذکر آگیا۔ اور کامیاب انسان وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو صحیح طور پر ادا کرنے والا ہو۔ اللہ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو صحیح طور پر ادا کرنے والا بنائے ۔ اس کے بعد آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرماگئے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی تریسٹھ (63) سالہ زندگی کا خلاصہ تھا جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس کے ہر لمحے میں ہمارے لیئے تعلیمات موجود ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے دروس کا سلسلہ جو

بروز منگل ۱۸ رمضان ۱۴۴۱ بمطابق 12 مئی 2020

کو شروع ہوا تھا، وہ اللہ کے فضل و کرم سے آج

بروز جمعہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۳ بمطابق 20 اگست 2021

کو مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے، سننے اور تحریری طور پر سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں نبی ﷺ کے سیرت کو اپنانے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اہم وضاحت

سیرت النبی ﷺ کے ان دروس میں خاص طور پر میں اپنے والدین کے لیئے دعا گو ہوں، اللہ انہیں دنیا آخرت میں ترقی اور خوشحالیاں نصیب کرے۔ جن کی دعاؤں کے بدولت سیرت النبی ﷺ کا یہ سلسلہ تکمیل تک پہنچا اور میرے استادِ محترم مولانا شفیق الرحمٰن کشمیری صاحب (مہتمم جامعہ صدیقیہ، ناتھاخان گوٹھ) کا نہایت مشکور ہوں جن کے کہنے سے سیرت النبی ﷺ کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ جو (آواز) اور تحریری دونوں صورتوں میں الحمدُللہ آج مکمل ہوا۔ جو 300 دروس پر مشتمل ہے۔

جس کی آڈیو کلپ بنانے میں محترم جناب ندیم احمد صاحب اوران کی ٹیم شامل تھی اور اسی طرح محترم فیضان اور محترم ابراہیم صاحب جنہوں نے ان دروس کو (youtube) پر چلایا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے اور اپنے شایانِ شان اس کا بدلہ عطا فرمائے۔

اور سیرت النبی ﷺ کی تحریر میں حافظ عزیر صاحب اور ان کے والد محترم حافظ محمد اشرف صاحب اور محترم جناب باز محمد صاحب اور طٰحٰہ احمد صدیقی بن سہیل احمد صاحب نے کوشش کی میں ان تمام حضرات کا مشکور ہوں اور ہمارے بہت مخلص ساتھی حاجی صدیق احمد صاحب مرحوم وہ بھی ہمارے ساتھ اس کارِ خیر میں شریک تھے۔ اللہ ان کی

مغفرت فرمائے اور اپنے شایانِ شان اس کا بدلہ عطا فرمائے۔ سیرت کے حوالے سے جتنے افراد بھی چاہے سننے والے ہوں، یا آگے پھیلانے والے ہوں یا کسی بھی طریقے سے ہمارے ساتھ اس کارِ خیر میں شریک رہے اللہ سب کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔ ان سب حضرات کو دنیا آخرت کی خوشحالیاں نصیب فرمائے اوراللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حق کے لئے قبول فرمائے اور ہماری نسلوں سے اللہ دین کا کام لے اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے۔اور خاتمہ بالخیر ہم سب کا ایمان پر فرمائے ﴿آمین﴾

﴿وَءَاخِرُ دَعْوَىٰنَآ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾

مفتی سلیمان العباسی

امام وخطیب جامع مسجد نعمانی، الہلال سوسائٹی گلشن اقبال کراچی

بروز جمعہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۳ بمطابق 20 اگست 2021

﴿بحمد اللہ سلسلہ مکمل﴾